Article

The Problem of Space and Time in Khutbat e Iqbal:Analytical Study

خطباتِ اقبال میں مسئلۂ زمان و مکان: تجزیاتی مطالعہ

Dr.Abid Hussain *[1]
Lecturar, Department of Urdu,Government Associate College Shahpur Sadar, Sargodha
Dr.Khalid Mehmood*[2]
Assistant Professor, Department of Urdu, Anmbala Muslim Graduate College Sargodha.

.1 ڈاکٹر عابد حسین
لیکچرار، شُعبہ اُردو، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج شاہ پور صدر، سرگودھا
-2 ڈاکٹر خالد محمود
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ ارود، انبالہ مسلم گریجوایٹ کالج، سرگودھا

Correspondanance:ah7255498@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 29-10-2024
Accepted:22-12-2024
Online:25-12-2024

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: The problem of space and time elaborated by Allama Iqbal in his English lectures, is a clear proof of its acknowledgement and significance. This matter has equal importance for religion ,philosophy and science.Allama Iqbal endevoured in comprehension to resolve this problem. In this regard Allama Iqbal has analyzed and logically criticised the various views of ancient as well as modern scholars.Side by side Allama Iqbal has conveyed his own point of view.Communicational or textual ambiguity if found in somewhere can be benefitted and compensated by the Iqbal's critics.This article is an analytical study of the problem of space and time in the light of Allama Iqbal's thinkings.

KEYWORDS: Allama Iqbal Ancient scholars , Modern scholars , Creative movement

علامہ اقبال کے انگریزی خطبات میں مسئلہ زمان و مکان بنیادی حیثیت کا حامل رہا ہے۔ تقریباً تمام خطبات میں اس مسئلے پر کسی نہ کسی حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ حکمتِ یونان اور فلسفۂ اسلام کے تناظر میں اس مسئلے کی گرہ کشائی کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ مسئلہ زمان و مکان پر آخذات کے حوالے سے علامہ اقبال نے جیّد علما، فقہا اور فلاسفہ کی آرا اور مشاورت جاری رکھی ہے۔ خواجہ غلام السیدین، پیر مہر علی گولڑوی، سید سلیمان ندوی اور سید نذیر نیازی کے نام مکتوبات گواہ ہیں کہ مسئلہ زمان و مکان پر علامہ کس درجہ مضطرب تھے، ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کے بقول 'خطباتِ اقبال کا زیادہ تر حصہ مسئلہ زمان و مکان کی توضیحات پر مبنی ہے، کیوں کہ علامہ کے خیال میں مسئلہ زمان و مکان ملت اسلامیہ کے لیے موت وحیات کا معاملہ ہے۔[1] علامہ کے یہاں فکریات اسلامیہ اور حالیہ یورپین فکریات میں تصوّر زماں سے متعلق کئی نقطہ ہائے اتصال موجود ہے:

"In so far as the metaphysics of time is concerned there are more than one point of contact between Muslim thought and modern western thought".[2]

یہ زمان و مکان کی وسعت پذیری ہی ہے، جو تسخیر ہونے کے لیے انسان کے سامنے ہے۔ یہ انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ کائنات کی اس وسعت میں خدا کی نشانیاں تلاش کرے اور تسخیر کائنات کرے۔ ارشادِ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے 'زمانہ کو برا نہ کہو، کیوں کہ زمانہ خود خدا ہے'۔[3] مسئلہ زمان و مکان کی اہمیت کے پیش نظر علامہ، یونانی فلاسفہ کے نکتہ ہائے نظر بیان کرتے ہیں۔ تاہم ان نظریات کے بین السطور علامہ اقبال کا نکتۂ نظر بھی واضح ہوتا جاتا ہے۔ یونان کے فلاسفہ کے نزدیک زمان و مکان ساکن و جامد ہیں۔ جیسے یونان کے فلسفی زینو کے یہاں وقت ساکن ہے، کوئی گزرنے والی شے نہیں ہے۔ زینو کے یہاں 'مکان میں حرکت محض ایک فریب نظر ہے۔ گویا زینو کے یہاں زمان لامحدود 'انات' اور مکان لامحدود 'نقاط' پر مبنی ہے۔'[4]

تاہم اس سلسلے میں فکریات اسلامیہ کی سمت حکمت یونان کے بر خلاف ہے۔ فکریات اسلام میں اشعری مکتبۂ فکر نے زمان و مکان کی لاتناہیت سے متعلق زینو کے تصورات کو رد کیا ہے۔ اشاعرہ کے نزدیک 'اگر زمان و مکان کو ایک حد تک قابلِ تقسیم مان لیا جائے تو محدود وقت میں حرکت ممکن ہے'۔[5] اشاعرہ کے نزدیک حرکت کے دوران سالمے تمام نقاط سے گزرنے کے بجائے صرف چند نقطوں سے ہی گزرتے ہیں اور بقیہ فضا چھلانگ جاتے ہیں۔ جوہر کی چھلانگ کا یہ تصور پلانک اور بوھر کے معاصر کوانٹم نظریے سے ملتا جلتا ہے۔'[6] تاہم اشاعرہ کا تصورِ زمان و مکان کلیتاً معروضی رہا ہے اور زمان کے موضوعی پہلو کے فہم میں ناکامیاب رہے ہیں۔ مستزاد یہ کہ اشاعرہ زمان کے نفسیاتی پہلو کی طرف متوجہ نہ ہوئے، جس سے وہ زمان کے موضوعی پہلو کی تفہیم میں تشنہ کام رہے۔ تصورِ زمان و مکاں کے مذکورہ نقائص سے قطع نظر

اس حقیقت کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ اس ضمن میں اسلامی مکتبۂ فکر اشاعرہ کی کاوشیں اختصاصی مقام کی حامل رہی ہیں، جس نے مابعد الطبیعیات سے متعلق آئندہ فکر کو جلا بخشی ہے، احمد جاوید کے نزدیک:

”اس تصورِ زمان و مکان میں بلاشبہ بہت خامیاں ہیں، لیکن اس تصور کا امتیازی مقام یہ ہے کہ اس کی وساطت سے مابعد الطبیعات، اسے ایک ٹول کے طور پر بروئے کار لاتے ہوئے زمان و مکان کی حدیں متعیّن کر سکتی ہے۔ المختصر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اشاعرہ نے مکانیت کو زمان اور زمانیت کو مکان کی ہیئت میں ضم کر کے آپس میں اس طرح ملا دیا ہے کہ زمان و مکان اب ایک دوسرے کے مغائر نہیں ہیں، بلکہ اب زمان-مکان ہے۔ اشعری مکتب فکر کے اس کارنامے کا شمار فکریاتِ اسلامیہ کے کارہائے نمایاں میں کیا جا سکتا ہے۔“7

علامہ اقبال اس مسئلے پر فکریاتِ اسلامیہ کی روایت سے ان مسلم علما، فقہا اور صوفیا کے حوالے دیتے ہیں، جو زمان و مکان کے تصورِ اضافیت کے علم بردار ہیں۔ ملا جلال الدّین دوّانی اور عراقی کے نزدیک تمام تر ذی روح، روحانیت یا مادیت چاہے جس درجے پر بھی فائز ہیں، ہر درجے کے لیے زمان کی نوعیت و ہیئت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ مادی اشیا چونکہ اس کائنات سے متعلق ہیں، ان اشیا کا زمان گردش دوران سے پیدا ہونا لازم ہے۔ یہی وہ زمان ہے، جسے ہم سہولت کی خاطر تین ادوار ماضی، حال اور مستقبل میں منقسم کر دیتے ہیں۔ مادی اشیا کے اس زمان میں جب تک ایک روز اختتام پذیر نہیں ہوتا، اگلے روز کا آغاز نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ ہستیاں جو روحانیت سے متعلق ہیں ان کے لیے زمان کی نوعیت مادی اشیا کے زمان سے بالکل مختلف ہے۔ ان کے لیے وقت کا بہاؤ کچھ اس طرح ہے کہ جو عرصۂ زمان مادی اشیا کے لیے ایک سال پر محیط ہے، ان کے لیے ایک دن سے زیادہ نہیں ہے۔ اس طرح منزل بہ منزل ہم ربّانی زمان پر آ جاتے ہیں، جو گزرنے یا بہاؤ کی خاصیت سے بالکل مبرّا ہے۔ یہ دوام سے بھی بالا تر ہے اور اس کی ابتدا ہے نہ اختتام۔ یہی وہ زمان ہے، جس کو قرآن کریم نے 'ام الکتاب' سے یاد کیا ہے اور جس میں تمام تر تاریخ عالم، علّت و معلول کے سلسلے سے مبرّا ہو کر ایک مافوق الدّوام 'اب' میں سما جاتی ہے۔8

عراقی کے یہاں غیر مادی اجسام اگرچہ پتھر کی دیواروں میں سے گزر جاتے ہیں، لیکن حرکت سے آزاد نہیں، جو روحانیت میں عدم تکمیل کی علامت ہے۔ مکان سے بریّت کا اعلیٰ ترین مقام انسان کی روح کو تفویض ہے، پھر مکان خداوندی ہے۔ یہ مکان تمام تر بُعد اور فاصلاتی بندش سے مبرّا ہے اور اسی پر تمام تر لاتناہیات آ کر مل جاتی ہیں۔9 زمان و مکان سے متعلق عراقی کے تصورات کو علامہ نے قدرے پسندیدگی اور ہمدردی سے لیا ہے۔ وہ اس لحاظ سے کہ جب جدید ریاضی اور طبیعیات کے نظریات اور تصورات کا خواب و خیال بھی نہ تھا، تب عراقی نے کس معقولیت سے زمان و مکان سے

متعلق اپنا روحانی مشاہدہ مرتب کیا ہے۔ تاہم زمان و مکان سے متعلق عراقی کے نکتۂ نظر اور علامہ کی فکر کا تقابلی جائزہ لیتے ہوے احمد جاوید لکھتے ہیں:

"عراقی جب ذاتِ خداوندی کے حوالے سے زمان کو حرکت اور مکان کو جہات سے محروم کر کے ان کی ہیئت تبدیل کر دیتے ہیں تو یہ بات اقبال کی فکر کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اس طرح انسانی خودی کا امتیاز قائم نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اگر خودیٔ مطلقہ کو زمان و مکان کی ہر جہت سے ورا تسلیم لیا جائے تو خودی محدود اپنے مبدا سے محروم ہو کر اپنی وجودیت کھو دیتی ہے۔ علاوہ ازیں اس طرح خودیٔ محدود، خودیٔ مطلقہ سے ممتاز تقابل سے جڑنے کے بجائے اس کی اضداد میں ڈھل جائے گی، جس سے خود، اس کا اپنا وجود ہی غیر حقیقی ہو جاتا ہے۔"10

زمان و مکان سے متعلق حالیہ نظریات میں ماہر طبیعیات نیوٹن کا نظریہ قابل لحاظ ہے۔ نیوٹن مکان کو مطلق قرار دیتا ہے، کیونکہ نیوٹن کے تصور کی بنیادیں ایک عالم گیر اثیر پر رکھی گئی ہیں۔ نیوٹن کی میکانیات کا دار و مدار ایسے مقامات پر ہے جو مطلق طور پر ساکن اور ثابت ہیں۔ مطلق مکان سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ مکان کسی دیگر شے کے بلحاظ ساکن و جامد ہے، بلکہ نیوٹن کا تصورِ مکان خود اپنی ذات میں غیر متغیّر ہے۔ علامہ، نیوٹن کے مطلق مکان کے تصور کو ردّ کرتے ہوئے اسے خارج ازامکان قرار دیتے ہیں، کیوں کہ مطلق مکان کا تصور خالص مادّیت سے جنم لیتا ہے اور فطرت کو کُلی طور پر خاطر میں لانے کے بجائے اسے محض ذہن اور مادہ کے دو باہم متقابل حصوں میں بانٹ دیتا ہے۔ علاوہ ازیں کلاسیکی طبیعیات کی اپنی ہی اساسیات پر نقد سے نیوٹن کے مطلق مکان کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی، بقول ڈاکٹر برہان احمد فاروقی 'کلاسیکی طبیعیات کی اپنی ہی اساسیات پر تنقید سے مراد وہ تنقید ہے جو نظریۂ اضافیت کی رُو سے نیوٹن کے طبیعیاتی تصوّرات کے برخلاف کی گئی ہے۔ چونکہ اس تنقید میں مادہ کی حیثیت بہ طور جوہر نفی ہوئی ہے۔ اس لیے اس تنقید سے طبیعیاتی نتائج، مذہبی اعتقدات سے ہم آہنگ ہو گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ایڈنگٹن نے طبیعیاتی علوم کی جو حدیں متعیّن کر دی ہیں، اس سے بھی مذہبی فکریات اور سائنسی مشاہدات کافی حد تک ایک دوسرے کے قریب آ گئے ہیں۔'11

زمان کے بارے میں بھی نیوٹن کے تصورات اسی نوعیت کے ہیں۔ مطلق مکاں کی طرح نیوٹن کا تصورِ زمان بھی مطلق زمان ہے، جو اپنی ذات میں ہی متواتر طور پر جاری و ساری ہے۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کے خیال میں 'زمان سے متعلق نیوٹن کا نکتۂ نظر یہ ہے کہ تمام حرکات کو تیز یا سست کیا جا سکتا ہے، لیکن مطلق زمان کے بہاؤ میں کوئی تبدیلی پیدا کرنا ممکن نہیں ہے۔ تمام اشیا کے وجود میں ایک ہی اقتدار اور ایک ہی استواری ہے، خواہ حرکت آہستہ ہو تیز ہو یا بالکل نہ ہو'۔12 نیوٹن کی طرف سے پیش کردہ معروضی وقت یا مطلقیتِ زمان کا تصور دراصل ایک خود ساختہ تصورِ زمان ہے، جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ بیسویں صدی تک زمان و مکان کے تصورات سے متعلق مجموعی صورتِ حال کا

جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایک طرح کی جبریّت ہے، جو لوگوں کے ذہن پر سوار تھی۔ شاید یہی سبب ہے کہ اس دور کے فلسفیانہ اور طبیعیاتی نظریات و تصوّرات زمان و مکان کو مطلق قرار دیتے ہیں۔ اسی جبریّت کے پیشِ نظر انھیں کسی دیگر نظریے پر متفق کرنا آسان بات نہیں تھی۔

علامہ اقبال زمان کی مطلقیت یا معروضیت کے بجاے اضافیت یا موضوعیت کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ آئن سٹائن کے تصورِ زمان بطور اضافیت کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں۔ آئن سٹائن سے پہلے مطلق مکان اور مطلق زمان کے تصورات کلاسیکی طبیعیات کے جزو لانیفک رہے ہیں۔ آئن سٹائن وہ سائنس دان ہے، جس نے اپنے نظریات کی توضیحات میں نظریۂ اضافیت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ آئن سٹائن کے نظریۂ اضافیت سے نہ صرف طبیعیات کے میدان میں انقلاب رونما ہوا، بلکہ انسانی فکر و فلسفہ اور مذہب کو بھی اپنی صداقت کے لیے گویا ایک عقلی اور تجربی معیار نصیب ہوا۔ نظریۂ اضافیت کی رُو سے زمان و مکان الگ نہیں، بلکہ باہم مدغم ہیں۔ زمان و مکاں کا یہ لزوم ظاہر کرتا ہے کہ زمان کے بغیر مکاں میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ مکانی تبدیلی چاہے کتنی ہی خفیف کیوں نہ ہو، زمانی تغیّر و تبدّل کی نشاندہی کرتی ہے۔ نظریہ اضافیت کی رُو سے زمان اور مکان مطلق نہیں۔ کائنات میں زمان اور مکان دو مختلف چیزیں نہیں، بلکہ صرف ایک ہی چیز ’زمان-مکان‘ ہے، ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں:

> ”انیسویں صدی تک کائنات کا تین ابعادی تصور رائج العمل تھا۔ اس کے بجاے اب چار ابعاد مان لیے گئے ہیں، کیوں کہ کائنات فقط مقامات اور نقاط کا مجموعہ نہیں، بلکہ واقعات پر مشتمل ہے۔ اس نظریے کے مطابق واقعات کا تعین کرنے کے لیے صرف اس مقام کا بیان کرنا کافی نہیں ہے، بلکہ یہ بتانا بھی لازم قرار پاتا ہے کہ واقعہ کس وقت رُونپذیر ہوا ہے۔ اس طرح واقعے کے تعیّن کے لیے چار ابعاد یعنی طول، عرض، بلندی اور وقت معلوم ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔“[13]

علامہ اقبال کے نظامِ فکر میں زمان کی حیثیت ایک تخلیق کنندہ کی ہے۔ اس لحاظ سے آئن سٹائن کا چار ابعادی تصورِ کائنات علامہ کے نکتہ نظر سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اگر زمان کو مکان کا چوتھا بُعد تصور کر لیا جائے تو زمان غیر حقیقی ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ اس طرح یہ ممکن نہیں کہ وقت کو پہلے تصور کر لیا جائے اور اس میں واقعات بعد میں ڈالے جائیں۔ آئن سٹائن کے چار ابعادی مکان اور علامہ اقبال کے نکتہ نظر میں انسلاک کی نشان دہی کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد سلیم لکھتے ہیں:

> ”آئن سٹائن کے نظریۂ اضافیت میں چہار بُعدی زمان و مکان کے تذکرے سے سے چند لوگ یہ واقعیّت بھول گئے ہیں کہ ریاضیات کے اعتبار سے تشکیل پانے والی اس چہار بُعدی کائنات میں زمان کی اصلیّت وہ نہیں ہے، جو مکان کو حاصل ہے۔ علیحدہ علیحدہ سہ ابعادی مکان اور ایک بُعدی زمان

> اصلیت پر مبنی ہیں، لیکن وہ اہم بات جسے پس پشت ڈالتے ہوئے بعض لوگ زمان و مکان کی درست تفہیم میں مشکلات کا شکار ہوئے، یہ ہے کہ اس چہار بُعدی زمان و مکان میں زمان، مکان کا چوتھا بُعد نہیں ہے، یہ ایک غیر حقیقی چیز ہے۔ اس اعتبار سے علامہ اقبال کا نکتہ نظر بالکل درست ہے کہ زمانِ حقیقی،زمان و مکان کا چوتھا بُعد شمار نہیں کیا جا سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہے بھی نہیں۔“14

آئن سٹائن کے نظریات کے اعتبار سے مکان کا وجود حقیقت پر مبنی ہے، مگر دیکھنے والے کے اعتبار سے اضافیت رکھتا ہے۔ آئن سٹائن کے اس نظریے کی رُو سے نیوٹن کا مکان سے متعلق یہ تصوّر کہ وہ اپنی نوعیت میں مطلق ہے، باطل قرار پاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جوں جوں دیکھنے والے کا مقام اور اس کی رفتار تبدیل ہوتی جائے گی،اس کے مطابق شے کی کمیت، ہیئت اور جسامت بھی تبدیل ہوتی رہے گی۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو کلاسیکی طبیعیات کا یہ نظریہ غلط ہے کہ مادہ ایک ایسی شے ہے جو خود اپنی ذات کے ساتھ قائم ہو، بلکہ نظریۂ اضافیت کی رُو سے حرکت اور سکون بھی دیکھنے والے کے اعتبار سے اضافی ہیں۔ نظریۂ اضافیت سے متعلق ولڈن کار کے یہ تصوّرات درست نہیں ہیں کہ دیکھنے والے کے لیے صاحب شعور ہونا ضروری ہے، البتہ پروفیسر نَن نے اس ضمن میں توضیحات کر دی ہیں کہ زمان و مکان کی ہیئت و نوعیت دیکھنے والے کے دماغ پر نہیں، بلکہ اس کا انحصار دنیاے رنگ و بو کے اس مقام پر ہے، جس مقام سے دیکھنے والے کا جسم وابستہ ہے۔15 وقتِ متسلسل کائنات کے اصول علّت و معلول پر قائم ہے، جس میں علّت ہمیشہ معلول سے پہلے ہے۔ یہاں البتہ یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ نظریۂ اضافیت میں بھی دیکھنے والے اور مقام کے ایک خاص انتخاب سے ممکن ہے معلول، علّت سے قبل وقوع پذیر ہو جائے۔ آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت میں علّت اور معلول کے تقدم کے اشکال کی توضیحات میں ڈاکٹر محمد سلیم کا نکتۂ نظر قوی دلیل پر مبنی ہے:

> ”علامہ اقبال کے نزدیک متواتر زمان کی شکل میں کانٹ اور آئن سٹائن کے نظریات ناقابل قبول ہیں۔ لیکن حقیقت میں مسئلے کی یہ درست صورت نہیں ہے۔ آئن سٹائن کے نظریۂ اضافیت کے اعتبار سے خلا میں کسی مادی چیز کی رفتار، روشنی کی رفتار سے بڑھائی نہیں جا سکتی، بلکہ مساوی بھی نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس مزاحمت کو پار نہیں کیا جا سکتا اور اسی سبب سے معلول، علّت سے قبل نہیں آ سکتا۔“16

مسئلہ زمان و مکان سے متعلق پیش کیے گئے کلاسیکی نظریات و رجحانات کے ساتھ ساتھ علامہ اس مسئلے پر اپنے عصری رجحانات پر بھی دقیق نظر رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان رجحانات کے نقائص کی نشاندہی کے پہلو بہ پہلو افادی پہلو کو بھی مکمل دلائل کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد سلیم کے نزدیک ’اس زمانے میں کہ جب فلسفے اور سائنسی علوم پر

دسترس رکھنے والے لوگ نظریۂ اضافیت کی نوعیت و افادیت کی تفہیم نہیں کر پا رہے تھے، ریاضیات کے علم سے جانکاری کے بغیر علامہ اقبال کا اتنی دور اندیشی اور باریک بینی سے زمان و مکان کے موضوعات پر عبور حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔'17

آئن سٹائن کا نظریۂ اضافیت اشیا کی ساخت تک محدود ہے مگر اشیا کی ماہیت پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا۔ آئن سٹائن کا نظریۂ اضافیت زمان کی چند ایسی خصوصیات کو نظر انداز کر دیتا ہے جو ہم پر گزرتی ہیں۔ نظریۂ اضافیت میں بیان کردہ زمان کی خصوصیات ہی وہ تمام تر خصوصیات نہیں ہیں جو زمان کی ماہیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آئن سٹائن کے نظریے کی بنیاد ریاضیاتی نکتۂ نظر سے ہے۔ خالص طبیعیاتی یا ریاضیاتی نکتۂ نظر سے ہم زمان کی فقط جزئی تعیین کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، علامہ اقبال کے تصورِ زمان کی توضیحات میں لکھتے ہیں:

> "حقیقی زمان ایک قسم کی تخلیقی فعلیت ہے۔ اس کے متعلق متواتر کا سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے اور نہ اسے تین ادوار ماضی، حال اور مستقبل میں بانٹا جا سکتا ہے۔ زمان خالص دوران و مرور ہے۔ ہمارا ذہن اپنی سہولت کی خاطر اس خالص زمان کو متواتر آنات میں تقسیم کر لیتا ہے تاکہ اس طرح حقیقت کی فعلیت کا تصور اور اس کی پیمائش کی جا سکے۔"18

علامہ اقبال کے یہاں ہماری باطنی زندگی میں سکون نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ فقط متواتر حرکت اور پیہم تغیّر پر مبنی کیفیات کا ایک ایسا سیلانی بہاؤ ہے، جو تھمنے اور رکنے سے قطعاً نا آشنا ہے۔19 باطنی زندگی میں حرکت و تغیّر کے اس احساس سے زمان کا تصوّر جنم لیتا ہے۔ زمان و مکان کے حوالے سے علامہ اقبال کے تصوّرات برگساں سے قریب تر ہیں۔ ہر چند آگے چل کر علامہ اقبال، برگساں سے الگ راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ شعوری تجربے کے عمیق مطالعے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ نفس اپنی باطنی حیات میں مرکز سے خارج کی سمت حرکت پذیر ہے۔ بالفاظ دیگر نفس کے دو پہلو ہیں: نفس بصیر اور نفس فعال۔

نفس فعال کا تعلق دنیاے مکان سے ہے یعنی ہماری معمول کی عملی زندگی سے متعلق ہے۔ گویا یہ وہ زمان ہے جسے مختصر یا طویل کے بہ طور لیا جا سکتا ہے اور یہ مکان سے مغائر نہیں ہے۔ نفس فعال کا تعلق ہستی کے اس خارجی یا بیرونی پہلو سے ہے جو متحرک اور فعال نظر آتا ہے۔ اناے فعلی کا زمان، مکان سے الگ نہیں ہے:

> It is hardly distinguishable from space."20"
>
> علاوہ ازیں ہماری زندگی کے معمولات میں زمان کا تصور مکان سے الگ نہیں ہے بلکہ ہماری معمول کی زندگی میں اسے مکان-زمان بھی کہا جا سکتا ہے، لیکن علامہ کے ہاں زمان کا مذکورہ تصوّر حقیقی تصورِ زمان نہیں ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی کے خیال میں 'زمان کے باب میں برگساں کی طرح اقبال بھی

مرور محض کے قائل تھے۔ وہ زندگی اور زمانے دونوں کو پیمانۂ امروز و فردا
سے ناپنے کو ناپسند کرتے ہیں۔‘21

نفس کا وہ پہلو ہمارے لیے کُلی طور پر مغائر ہوتا ہے، بالفاظ دیگر جسے انائے بصیر کہا گیا ہے۔ یہ فقط ایسے لمحات ہیں جب ہم اپنے نفس کی گہرائیوں میں ڈوب جاتے ہیں اور تجربے کے اندرون تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اس تصورِ زمان میں تغیّر و حرکت ہے لیکن یہ تغیّر و حرکت ناقابل تقسیم ہے اور اپنی نوعیت میں متواتر نہیں ہے۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی انائے بصیر کی توضیحات میں لکھتے ہیں:

”یہ انا خالص دوران میں وجود رکھتا ہے۔ خالص دوران سے مراد ایسا تغیّر ہے جس میں تواتر نہیں ہے۔ اس انا کا زمان طبعاً غیر متواتر ہے اور اس کے تمام تغیّرات اور حرکات ناقابل تقسیم ہوتی ہیں۔ اس کے تمام عناصر باہم گھلے ملے ہوتے ہیں اور اس کی جداگانہ کیفیتوں کی یہ کثرت کمّی نہیں، بلکہ کیفی ہوتی ہے۔“22

زمان و مکان کے تعیّن میں علامہ اقبال اور ہنری برگساں کے تصورات و نظریات میں بہت حد تک مماثلت و مشابہت پائی جاتی ہے۔ اقبال اور برگساں دونوں زمان کے حوالے سے تواتر اور مرور کے قائل ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انسانی ذہن اپنی سہولت کی خاطر زمان کو ماضی، حال یا مستقبل سے تعبیر کرلیتا ہے۔ تاہم برگساں اس ضمن میں تواتر و مرور سے آگے بڑھتے ہوئے منزل و مقام کی نشاندہی نہیں کرتے۔ گویا برگساں زمان کے حوالے سے ایک ایسی حرکت کے قائل ہیں جس کا کوئی مقصود نہیں ہے۔ اس اعتبار سے علامہ اقبال کے نکتۂ نظر کی خاصیت یہ ہے کہ برگساں کے تصوّرات سے آگے بڑھتے ہوئے مقصود و مدعا کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عشرت حسن انور کے نزدیک:

”برگساں کے نزدیک ذاتِ نفس متسلسل بہاؤ، دوران اور حرکت کی آئینہ دار ہے۔ برگساں کے یہاں متسلسل تغیّرات اور متسلسل انقلابات ہی ذاتِ نفس کا عین کمال ہے۔ یہ ذاتِ نفس کی اصلیت ہے۔ لیکن یہ انقلابات اور تغیّرات کس منزل کا پیش خیمہ ہیں؟ یہ سوالات برگساں کے ہاں نہیں اٹھائے گئے، لیکن علامہ اقبال کے یہاں یہ سوالات بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ دراصل برگساں کے نزدیک یہ تمام تر تغیّرات اور انقلابات بے مقصد اور بغیر منزل کے ہیں۔ بس ہم زورِ حیات کے تحت چلے جارہے ہیں، لیکن کہاں جارہے ہیں، یہ کوئی نہیں بتاسکتا۔“23

حاصل کلام یہ ہے کہ زندگی، زمان میں متواتر حرکت سے عبارت ہے۔ مادیّت، جبریّت اور علیّت کے ایسے جملہ تصورات و نظریات جو زمان و مکان کو جامد، مطلق اور تکرارِ محض پر محمول کرتے ہیں، علامہ اقبال کے نزدیک ہر گز قابل

قبول نہیں ہیں۔ حقیقی زمان دوران و مرور ہے۔ یہ زمان ماضی، حال اور مستقبل کا تواتر محض نہیں ہے، بلکہ زمان خالص ہے۔ یہ ایسا تغیّر ہے جس میں تواتر نہیں ہے۔ خالص دوران ایک عضویاتی کل ہے، جس میں گویا زمان پہلے سے متعیّن کردہ کوئی لکیر نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا خط ہے جس کی کشش جاری و ساری ہے۔ مزید بر آں فعلیت مطلقہ غایت و مقاصد سے متصف ہے۔ جس میں حیات، امکانات کی صورت میں اپنا ظہور جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہی وہ زمان ہے، جسے تقدیر سے موسوم کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

1۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیق،اقبال کا تصورِ زمان ومکان اور دوسرے مضامین،لاہور:مجلس ترقی ادب،2014ء،ص:70

2۔ ڈاکٹر تحسین فراقی، جہاتِ اقبال،لاہور:بزم اقبال،2016ء،ص:37

3۔ علامہ محمد اقبال،The Reconstruction of Religious Thought in Islam،لاہور:ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، 2009ء،ص: 8

4۔ ایضاً،ص: 29

5۔ ایضاً

6۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصورِ زمان ومکان اور دوسرے مضامین،ص:76

7۔ احمد جاوید، قبال... تصورِ زمان ومکان پر ایک گفتگو، شمولہ: اقبالیات،لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، جنوری تا مارچ2006ء،ص:100

8۔ علامہ محمد اقبال:The Reconstruction of Religious Thought in Islam،ص: 60

9۔ ایضاً،ص: 109

10۔ احمد جاوید، قبال... تصورِ زمان ومکان پر ایک گفتگو،ص:104

11۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، اقبال کا تصورِ زمان ومکان، مشمولہ:اقبالیات،جولائی تا ستمبر2013ء،ص:65

12۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصورِ زمان ومکان اور دوسرے مضامین،ص:81

13۔ ایضاً،ص:84

14۔ ڈاکٹر محمد سلیم، علامہ اقبال کے خطبات میں فلسفہ زمان و مکان، مشمولہ: اقبالیات، جنوری 2010ء، ص: 39
15۔ علامہ محمد اقبال: The Reconstruction of Religious Thought in Islam، ص: 31،30
16۔ ڈاکٹر محمد سلیم، علامہ اقبال کے خطبات میں فلسفہ زمان و مکان، ص: 41
17۔ ایضاً، ص: 44
18۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصورِ زمان و مکان اور دوسرے مضامین، ص: 95
19۔ علامہ محمد اقبال، The Reconstruction of Religious Thought in Islam، ص: 37
20۔ ایضاً، ص: 38
21۔ ڈاکٹر تحسین فراقی: جہاتِ اقبال، ص: 34
22۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصورِ زمان و مکان اور دوسرے مضامین، ص: 92
23۔ ڈاکٹر عشرت حسن انور، اقبال اور برگساں، مشمولہ: اقبالیات کے سو سال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 2012ء، ص: 963